# حقیقت ایمان (۷)

ڈاکٹر اسرار احمد کا سلسلۂ خطابات
مرتب : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

## سابقہ بحث کے لازمی نتائج

○ خوارج اور کرامیہ گمراہی کی انتہاؤں پر ہیں' کیونکہ : کرامیہ کے نزدیک صرف اقرار کافی ہے' نجات کے لئے نیک اعمال یا برے کردار کا کوئی دخل نہیں۔ دوسری انتہا پر خوارج ہیں۔ ان کے نزدیک جس سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا وہ فوراً کافر' خارج از اسلام' واجب القتل اور حلال الدم والمال ہو گیا —— یہ دونوں مسلک شدید گمراہی میں مبتلا ہیں۔

○ معتزلہ کا مسلک علمی اعتبار سے شدید مہمل اور بے بنیاد ہے۔ گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک ایمان سے تو نکل گیا البتہ کفر میں داخل نہیں ہوا۔ گویا ان کے نزدیک اسلام اور کفر کے درمیان کوئی No Man's Land موجود ہے۔ حالانکہ اسلام و کفر کے درمیان کوئی تیسری منزل نہیں ہے' یا اسلام یا کفر' اِدھر یا اُدھر —— اس لئے میرے نزدیک علمی اعتبار سے معتزلہ کا موقف مہمل اور بے بنیاد ہے۔

○ فقہاء احناف اور محدثین بشمول امام مالک' امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب دائرہ اسلام میں ہے' اس کا ایمان سلامت ہے۔ تاہم آخرت کا فیصلہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کے مطابق ہو گا —— یہی رائے عادلانہ و منصفانہ اور ہر دو طرح کے دلائل کو حاوی و شامل ہے۔

## میرا مسلک اور وضاحت

اب میں اپنا مسلک بیان کر رہا ہوں' لیکن اس وضاحت کے ساتھ کہ بعض حضرات

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

نے (میرے شدید احتجاج کے علی الرغم) مجھے خوارج اور معتزلہ سے جوڑ دیا ہے۔ اور میں قسمیں کھا کھا کر کہتا ہوں کہ :

میرا عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ : "گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہو گیا ہے"

اور نہ ہی میں یہ سمجھتا ہوں کہ :

"وہ ایمان اور اسلام دونوں سے نکل گیا ہے"

البتہ یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ :

"وہ دائرہ ایمان سے نکل کر دائرہ اسلام میں رہ گیا ہے" (۱۷)

جب وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر رہا تھا تو تصدیق بالقلب والی بات نہیں تھی، مگر چونکہ اقرار باللسان موجود ہے لہٰذا وہ دائرہ اسلام میں شامل رہے گا۔

© rasailojaraid.c

## ایک مشکل اور اس کا حل

جن آیات قرآنی یا احادیث میں بد عملی یا گناہوں کی بنیاد پر ایمان کی نفی کی گئی ہے یا خلود فی النار (ہمیشہ آگ میں رہنا) کی وعید آئی ہے، جب آپ ان کی ترجمانی کریں گے تو ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ کہیں کہ : "اس میں کمال ایمان کی نفی ہے، نفس ایمان کی نفی نہیں ہے۔"

اس ترجمے سے لوگوں کے لئے ترہیب، انذار، خوف اور دھمکی کا عنصر ختم ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک نصوص قرآنی و احادیث کو ان کے اصلی الفاظ کے ساتھ باقی رکھنا چاہئے۔ البتہ حاشیہ میں یہ وضاحت آجائے کہ اس سے مراد ایسا کفر نہیں ہے جو حدود اسلام سے نکال کر حدود کفر میں داخل کر دیتا ہے۔

مثلاً حدیث کے الفاظ ملاحظہ کریں : وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ ـــــ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ ـــــ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ ـــــ "خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے، قسم بخدا وہ شخص مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے"۔ تصور کیجئے کہ سننے والا انسان کانپ اٹھے گا۔

دوسرا ترجمہ ملاحظہ کریں :

© rasailojaraid.c

"خدا کی قسم وہ شخص حقیقی مومن نہیں ہے' خدا کی قسم اس کا ایمان کامل نہیں ہے' اللہ کی قسم اس شخص کے پاس کمال ایمان نہیں ہے"۔ ذرا غور کریں کہ سننے والے پر ذرا اثر بھی نہ ہوگا۔ وہ دل میں خیال کرے گا کہ کمال ایمان تو بڑی دور کی چیز ہے' ہمیں تو ثارچ والا ایمان مل جائے تو بہت غنیمت ہے۔ اس کے بعد کون آدمی دین کی خاطر قربانی دے گا اور کون عیش و عشرت چھوڑ کر کانٹوں بھری راہ کا انتخاب کرے گا۔

دوسری طرح ترجمہ کرنے سے ترہیب و تخویف کا سارا زور ختم ہو گیا۔ یہی بات مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ العالی نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف "معارف الحدیث" جلد اول میں لکھی ہے کہ "اس قسم کی احادیث کی نحوی ترکیب میں تامًا یا کاملاً جیسے الفاظ مقدر ماننے (Understood) کی بالکل ضرورت نہیں ہے' بلکہ ایسا کرنا ایک قسم کی بدذوقی ہے۔

میں تو ایک قدم آگے بڑھا کر یہ کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ ۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ عربی نہیں آتی تھی؟ کیا آپؐ اپنے مافی الضمیر کو بیان نہیں کر سکتے تھے؟ کیا آپؐ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں کمال ایمان کی نفی کر رہا ہوں حقیقی ایمان کی نفی نہیں کر رہا' جبکہ آپؐ نے کمال ایمان کو مثبت انداز میں بیان فرمایا ہے :

﴿ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰی لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ ﴾ (۱۸)

"جس نے محبت کی تو اللہ کے لئے کی' اور عداوت (دشمنی) رکھی تو اللہ کے لئے رکھی' کسی کو کچھ دیا تو اللہ کے لئے دیا اور کسی سے کچھ روکا تو اللہ کے لئے روکا' اس شخص نے اپنے ایمان کو کامل کر دیا"۔

جب مثبت معنی میں "استکمل" کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے تو منفی معنی میں بھی اس لفظ کو استعمال کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشکل یا محال نہ تھا۔ آپؐ تو افصح العرب ہیں۔

ذرا غور کریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں : وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ـــــ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ـــــ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ' تاکہ لوگ لرز اُٹھیں' کانپ جائیں ـــــ ہوش میں آ جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ بے شعوری میں کسی کا طرز عمل ایسا ہو' اس سے غلطی سرزرد ہو رہی ہو اور یہ

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

الفاظ سن کر وہ فوراً چونک جائے ' اپنے گریباں میں جھانکے اور اپنا محاسبہ کرے کہ کہیں ان الفاظ کا مصداق میں تو نہیں بن رہا۔ لہٰذا اس قسم کی آیات واحادیث کا ترجمہ کرتے وقت ان کے الفاظ پر قائم رہنا چاہئے ' البتہ حاشیہ میں یا کسی مناسب جگہ پر وضاحت کردی جائے کہ یہاں ایمان کی نفی ہو رہی ہے ' اسلام کی نفی نہیں ہو رہی ـــــ اس مضمون کو ہم آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے ' لیکن یہاں صرف ایک مثال دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴾ (النساء : ۹۳)

"اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے (۱) اس کا بدلہ جہنم ہے (۲) وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا (۳) اللہ کا غضب اس پر ہے (۴) اور اللہ کی لعنت اس پر ہے (۵) اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

اس آیت کو پڑھ کر ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں جس طرح کہ مذکورۃ الصدر حدیث میں وارد الفاظ : وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ـــــ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ـــــ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ کو سن کر انسان کانپ اُٹھتا ہے۔ ذرا غور کریں کہ ڈرانے ' دھمکانے ' ترہیب اور لرزانے کے جس قدر اسلوب ممکن تھے سارے کے سارے اس آیت میں جمع ہو گئے ہیں۔ الفاظ پر دوبارہ غور فرمائیں : فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ (اس کا بدلہ جہنم ہے) خَالِدًا فِيْهَا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا) وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (اور اس پر اللہ کا غضب ہے) وَلَعَنَهٗ (اور اس پر اللہ کی لعنت ہے) وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے)۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع[19] نے آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے بریکٹ میں اضافہ کرکے جو عبارت بنائی ہے وہ کچھ یوں ہے :

"اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی (اصلی) سزا (تو) جہنم (میں اس طرح رہنا) ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ (لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ اصلی سزا جاری نہ ہو گی ' بلکہ ایمان کی برکت سے آخر نجات ہو جائے گی) اور اس پر (ایک معیاد معین تک کے واسطے) اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے '

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

اور اس کو اپنی رحمت (خاصہ) سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا (یعنی سزاء دوزخ) کا سامان کریں گے۔"

ذرا غور کریں کہ فقیہانہ احتیاط کی وجہ سے مذکورہ آیت میں جو اسلوب ترجمانی اختیار کیا گیا ہے اس کو پڑھ کر کسی کے دل میں ذرا خوف، گھبراہٹ یا چنتا پیدا ہوگی؟ اس پر لرزہ طاری ہوگا؟ ــــ میرا موقف یہ ہے کہ فتوے کے اعتبار سے حضرت مفتی صاحب کا موقف صد فی صد درست ہے۔ اگر دل میں ایمان ہے تو واقعتاً جہنم میں خلود (ہمیشگی) نہیں ہوگا، وہ سزا پا کر بالآخر نکل آئے گا۔ اس مسئلے کو علیحدہ کتابچے کی شکل میں شائع کر کے لوگوں میں عام کر دیا جائے، البتہ اس آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ سارے اضافے کر کے اس کی تاثیر کو ختم نہ کیا جائے۔

## بزرگوں کے اعتراضات اور میرا موقف

"راہ نجات سورۃ العصر کی روشنی میں" میرا معروف کتابچہ ہے۔ ہمارے شہر کے معروف مفتی مولانا جمیل احمد تھانوی صاحب نے میری اس تحریر پر ستر کے قریب اعتراضات وارد کر دیئے۔ ان کا فرمان تھا کہ میری اس تحریر سے تو ایمان ہی کی نفی ہو جاتی ہے۔ میں نے جناب کی بات کا زیادہ نوٹس نہیں لیا۔ اس کے بعد میرا یہی کتابچہ، جو صدیقی ٹرسٹ کراچی نے شائع کیا تھا اور اس میں کتابت کی بھی بے شمار غلطیاں تھیں، کسی نے مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ان کے اواخر عمر میں نشان زد کر کے پیش کر دیا۔ اسے دیکھ کر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ موقف صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ اس وقت سے میں نے اس کتابچے کے کور پر درج ذیل تحریر کی اشاعت کا اہتمام کیا کہ:

"اس کتابچے پر بعض بزرگوں نے گرفت فرمائی ہے کہ اس کی بعض عبارات سے عاصی اور گناہ گار اہل ایمان کے اپنے گناہوں کے بقدر سزا پانے کے بعد جہنم سے رہائی پانے کی نفی ہوتی ہے۔ میں اس سے براءت کرتا ہوں۔ میری رائے بھی یہی ہے کہ جس مسلمان کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ بالآخر جہنم سے نجات پا جائے گا۔ اس کتابچے میں جہاں جہاں لفظ نجات آیا ہے اس سے مراد "اول مرحلے میں نجات" ہے۔ یعنی یہ کہ انسان کو جہنم میں بالکل ڈالا ہی

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

نہ جائے اور میدان حشر ہی میں رحمت و مغفرت خداوندی اس پر سایہ فگن ہو جائے ـــــ مزید برآں اس کتابچے کی زبان قانون اور فتوے کی نہیں بلکہ ترغیب و ترہیب کی ہے ـــــ ورنہ میرا موقف بھی وہی ہے جو امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا ـــــ یعنی گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے بھی کوئی شخص کافر نہیں ہوتا بلکہ مسلمان ہی رہتا ہے!"

## اشکالات کا آسان حل

اہل سنت کے موقف کی عام فہم تعبیر کیا ہے؟ اس کے لئے چار نکات پر غور کر لیں تو بات واضح ہو جائے گی۔

### ا۔ ایمانِ مطلوب :

© rasailojaraid.c

تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان ایمان مطلوب کے دو اہم حصے ہیں۔

### ۲۔ قانونی ایمان :

ظاہری' خارجی اور قانونی ایمان کا دارومدار قول پر ہے اور یہی دنیا میں معتبر ہے۔ اس درجے میں عمل ایک جداگانہ وجود بن جاتا ہے۔ اِلا یہ کہ کوئی انسان ایسا عمل کرے جو کھلم کھلا کفر یا شرک کا درجہ رکھتا ہو[۲۰] ورنہ عام کبائر کا معاملہ علیحدہ رہے گا۔ اس طرح عمل علیحدہ رہے گا اور ایمان علیحدہ رہے گا ـــــ اور اسی ظاہری و قانونی شکل کا نام اسلام[۲۱] ہے جس کا سب سے بڑا رکن زبان سے شہادتین کا اقرار کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

(( بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ : شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ' وَاِیْتَاءِ الزَّكَاةِ' وَحَجِّ الْبَیْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ))[۲۲]

"اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے : (۱) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (قرآن و حدیث میں استطاعت کی شرط کے ساتھ ہے۔) اور (۵) رمضان کے

© rasailojaraid.c

روزے رکھنا۔"

## ۳۔ حقیقی ایمان :

حقیقی ایمان قلبی ایمان ہے۔ آخرت میں حساب کتاب اور فیصلوں کا دارومدار اسی حقیقی ایمان پر ہے۔ اس مرحلے پر اعمال صالحہ ایمان کا جزو بن جاتے ہیں کیونکہ یقین موجود ہو اور عمل موجود نہ ہو یہ کیسے ممکن ہے؟ اس موضوع کو مزید تفصیل اور دلیل سے دیکھنے کے لئے میرا معروف کتابچہ : "راہ نجات سورۃ العصر کی روشنی میں" ضرور مطالعہ فرما لیں۔

## ۴۔ کمال ایمان :

کمال ایمان کے لئے اسلام کے بعد ایمان اور پھر درجہ احسان مطلوب ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں فرمایا :

﴿ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴾ (النساء : ۱۳۶)

"اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر' اور اس کے رسول پر' اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل فرمائی' اور جو شخص کفر کرے اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ اور اس کی کتابوں کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور آخرت کے دن کے ساتھ تو وہ شخص بہت دور کی گمراہی میں نکل گیا۔"

آیت مذکورہ میں خطاب مومنوں سے ہے اور انہیں کہا جارہا ہے کہ ایمان لاؤ۔ مثلاً ایک شخص ہندو' عیسائی یا پارسی تھا اس نے جونہی کلمہ پڑھا وہ قانوناً مسلمان ہوگیا۔ ایسے شخص سے کہا جارہا ہے اس پر اکتفا نہ کرو' اصل ایمان تو تب ہوگا جب یہ دل میں داخل ہوگا۔ اس اصل ایمان کو حاصل کرنے کی فکر کرو' اور یہی آخرت میں کام آئے گا۔ آگے چل کر سورۃ المائدہ میں فرمایا :

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُم اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ‘ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ ﴾ (المائدہ : ۹۳)

”نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کوئی گناہ یا حرج اس چیز میں جو انہوں نے کھایا پیا جبکہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا‘ پھر اور ایمان لے آئے پھر اور تقویٰ اختیار کیا‘ پھر اور ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا‘ پھر وہ درجہ احسان پر فائز ہو گئے‘ اور اللہ تعالیٰ محسنین کو پسند فرماتا ہے“[۲۳]

سورۃ النساء آیت ۱۳۶ میں فرمایا گیا تھا :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ‘ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴾

معلوم ہوا ایمان کے دو درجے ہیں‘ پہلے درجے میں عمل صالح علیحدہ شے ہے۔ دوسرے درجے میں (یعنی قلبی ایمان والے درجے میں) عمل ایمان کا جزو بن گیا۔ لہٰذا آیت میں لفظ ”عمل“ کی تکرار نہیں کی گئی۔

نوٹ : یہاں یہ بات نوٹ کرلیں کہ عمل صالح جن لوگوں کے ایمان کا جزو بن چکا اور پھر انہوں نے مزید تقویٰ اختیار کیا تو اس طرح وہ لوگ درجہ احسان تک پہنچ گئے۔

حدیث جبریلؑ میں اسلام‘ ایمان اور احسان کا فرق واضح کیا گیا ہے اور یہ حدیث اُم السنۃ کہلاتی ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے اور حضرات عمرؓ‘ عبداللہ بن عمرؓ‘ عبداللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

## اسلام :

حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا[۲۴] اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِسْلَامِ (مجھے اسلام کے متعلق بتلائیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

((اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ

© rasailojaraid.com

الصَّلاَةَ وَتُؤْتِیَ الزَّکَاۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً))

"اسلام یہ ہے کہ تم لا الٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دو (یہاں شہادت کا لفظ ہے ایمان کا نہیں) نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو اور اگر (جانی و مالی) استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔"

نوٹ کرلیں کہ اس عبارت میں ایمان کا لفظ استعمال نہیں ہوا کیونکہ یہاں یقین والی بات نہیں ہے بلکہ ظاہری اطاعت والی بات ہے۔

## ایمان :

جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا : اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ (مجھے ایمان کے متعلق بتلائیں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِهٖ وَشَرِّهٖ))

"یہ کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر' اور یہ کہ تم ایمان لاؤ اچھی بری تقدیر پر۔"

## احسان :

حضرت جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا : اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ (مجھے احسان کے بارے میں بتلائیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ' فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ)) (۲۵)

"(احسان یہ ہے) کہ تم اللہ کی عبادت اس کیفیت کے ساتھ کرو گویا کہ تم بچشم خود اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر خود دیکھنے والی کیفیت پیدا نہیں ہوتی (تو کم از کم یہ کیفیت ضرور رہو کہ) اللہ تو تم کو دیکھ رہا ہے"۔

جب ایمان کی کیفیت اس شدت کو پہنچ جائے تو وہ احسان بن جاتا ہے۔

زیر نظر حدیث جبریل علیہ السلام کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ یہ تین درجے ہیں : اسلام

© rasailojaraid
© rasailojaraid

—— ایمان —— احسان۔ اور سورۃ المائدہ کی آیت ۹۳ کے مطالعے سے ہم معلوم کر چکے ہیں کہ ایمان، پھر ایمان، پھر احسان۔ تو معلوم ہوا کہ پہلے ایمان سے مراد اسلام ہی ہے۔ یعنی قانونی ایمان، پھر حقیقی ایمان، پھر گہرا اور راسخ ایمان یعنی احسان۔ اس موضوع کو مزید تفصیل بلکہ گہرائی سے جاننے کے لئے سورۃ الحجرات کی آیت ۱۴ سے واضح راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا :

﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا، قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ، وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

"یہ بدوی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں (یا ہم نے اطاعت قبول کر لی ہے) ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ البتہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"

انہی حقائق کی روشنی میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "الایمان" میں ایک فصل کا نام ہی ان الفاظ میں تجویز کیا ہے "وقد اثبت اللہ فی القرآن اسلامًا بلا ایمان" اور سورۃ الحجرات کی محولہ بالا آیت بطور دلیل پیش کی ہے۔ سابقہ دلائل کی روشنی میں نتیجہ یہ نکلا کہ ظاہری اور قانونی ایمان کا نام اسلام ہے —— دل کی گہرائی اور تصدیق بلاریب سے حاصل ہونے والا ایمان "حقیقی ایمان" ہے —— اور ایمان کی گہرائی اور شدت جو ہر آن انسان کے اعمال پر اثر انداز ہو کر خشیت الٰہی کا مظہر بنے وہ کامل و مکمل ایمان یا بالفاظ دیگر احسان ہے۔

## غلطی....اعتراف....اصلاح

ایمان کی تعریف کے ضمن میں مجھ سے کئی موقعوں پر ایک غلطی سرزد ہوئی ہے جس کا میں برملا اعتراف کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے حوالے سے غلط بات نقل نہ کی جائے۔ ہوا

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

یوں کہ میں نے امام ابو حنیفہ اور امام بخاری رحمہما اللہ کے موقف کا آپس میں تقابل کرتے ہوئے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک : "الایمان قولٌ" ہے اور امام بخاری کے نزدیک : "الایمان قولٌ و عملٌ" ہے۔ اس پر ماہنامہ "بینات" کراچی میں گرفت کی گئی کہ میں نے امام ابو حنیفہ کے موقف کو صحیح بیان نہیں کیا' کیونکہ امام موصوف کے نزدیک ایمان کی صحیح اور مکمل تعریف یہ ہے : ـــــ "الایمان تصدیقٌ و اقرارٌ" ـــــ میں اس غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرتا ہوں اور جن حضرات نے میری تقریر یا تحریر میں یہ غلطی پائی ہو وہ بھی اصلاح فرمالیں۔

## ایک وضاحت

اپنی غلطی کا برملا اعتراف اور اعلانِ اصلاح کے بعد ایک بات کی طرف توجہ مبذول کروانا ضروری سمجھتا ہوں کہ :

(۱) تصدیق قلبی دنیا میں ہماری تفتیش کا موضوع بن ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا فیصلہ تو آخرت میں ہو گا۔ چنانچہ دنیا کے اعتبار سے تو زیرِ غور قول یا اقرار ہی باقی رہ گیا۔

(۲) جب امام ابو حنیفہ اور امام بخاری رحمہما اللہ کی آراء کے درمیان تقابل ہو رہا ہو تو گفتگو باعث اختلاف نکتے پر ہو گی۔ اور اختلاف تصدیق پر نہیں ہے' بلکہ امام ابو حنیفہ صرف قول کو کافی قرار دیتے ہیں جبکہ امام بخاری و دیگر محدثین قول پر عمل کا اضافہ بھی کرتے ہیں۔

اس اعتبار سے برائے تقابل ہماری بات غلط نہ تھی ـــــ اس کے باوجود میں نے اپنی لفظی غلطی کا اعتراف کر کے اصلاح کا اعلان کیا ہے۔

## حوالہ جات' حواشی و تعلیقات

(۱۷) محترم ڈاکٹر صاحب کا مسلک "عقیدۂ اہل سنت و جماعت" (بشمول فقہاءِ احناف اور محدثین) سے مختلف ہے۔ اگر جناب ڈاکٹر صاحب اس جملے میں یہ ترمیم قبول کر لیں کہ : "گناہ کبیرہ کا مرتکب جس وقت گناہ کر رہا ہوتا ہے اس گھڑی اس کا ایمان اس کے سر پر معلق ہوتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے تو اسی وقت اس کا ایمان واپس آجاتا ہے" تو ڈاکٹر صاحب کا مسلک عقیدہ

© rasailojaraid.com

اہل سنت کے عین مطابق ہو جائے گا۔ ورنہ ابو عبد الرحمٰن شبیر بن نور اس کتاب کا مرتب و حواشی نویس جناب محترم ڈاکٹر صاحب کے شدید احترام کے باوجود ان کے عقیدے سے اعلانِ براءت کرتا ہے اور عقیدہ اہل سنت و جماعت کی علیٰ وجہ البصیرۃ والبراہین تائید کرتا ہے اور اسی پر موت کی اللہ سے دعا کرتا ہے۔

(۱۸) سنن ابی داوٗد کتاب السنہ باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ح ۴۶۸۱ و مسند احمد ۴۳۸/۳ (بروایت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ ) دوسری روایت میں حضرت معاذ بن انس الجہنی سے ہے : سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامہ باب ۶۱‘ ح ۲۵۲۳۔ علامہ الالبانی نے تحقیق سنن ابی داوٗد میں حدیث کو صحیح کہا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۶۵۷/۱‘ ح ۳۸۵۔

(۱۹) جناب مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا میں بہت احترام کرتا ہوں۔ آپ کی فقاہت‘ تدین‘ تقویٰ سب کچھ مسلم ہے۔ میں ان کے قریب رہا ہوں‘ کچھ عرصہ تک کورنگی میں ان کے دار العلوم کے قریب میری رہائش [illegible] گھریلو مراسم بھی تھے‘ بہت شفقت فرماتے تھے۔ (ماخوذ)

© rasailojaraid.

(۲۰) اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

(۲۱) ذرا غور کریں کہ اسلام صرف اقرار کا نام نہیں بلکہ حدیث میں موجود پانچ اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔ پھر اسلام کے نام پر اعمال کو ایمان سے علیحدہ کرنے کا کیا مطلب؟ اس فکر کا نتیجہ ہے کہ ہر کلمہ گو اپنے آپ کو مکمل مسلمان بلکہ کامل مومن سمجھ کر عمل سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ (اضافہ از مرتب)

(۲۲) صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۱‘ ح ۸ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ارکان اسلام ح ۱۶

(۲۳) اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب شراب کی حرمت کا آخری حکم آیا تو بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش لاحق ہو گئی کہ ہم تو عرصے سے شراب پیتے جا رہے ہیں‘ شراب تو ہمارے وجود میں رچ بس گئی ہے‘ تو اب ہمارا کیا بنے گا؟ اس تشویش کو ختم کرنے کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تاکہ اہل ایمان کو اطمینان خاطر حاصل ہو جائے اور ساتھ ہی آیت کے دوسرے حصے میں ایمان‘ عمل صالح اور احسان کے باہمی ربط و تعلق کو واضح کر دیا۔ (ماخوذ)

(۲۴) صحیح بخاری کتاب الایمان باب ۳۶ ح ۵۰ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۱ ح ۹‘ مختلف سندوں کے ساتھ (بروایت ابو ہریرہ) و صحیح مسلم ح ۸ (بروایت عمر) باقی صحابہ کی روایات دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں ملاحظہ ہو جمع الفوائد ج ۱‘ ص ۱۹ اور بعد

(۲۵) اس حدیث کی مختلف روایات میں کچھ دوسرے الفاظ روایت ہوئے ہیں‘ انہیں بھی سمجھ لینا

© rasailojaraid.

چاہئے۔ قال: ان تخشی الله کانک تراہ...الخ (صحیح مسلم ح ۱۰، عن ابی ہریرہ) "یہ کہ تم اللہ سے اس طرح ڈرو جیسے کہ خود اسے دیکھ رہے ہو" دوسری روایت میں ہے: "ان تعمل لله کانک تراہ" (مجمع الزوائد ۱/۱۹۱ ح ۱۱۲، بروایت عبداللہ بن عباس) "یہ کہ تم اللہ کی خاطر کام کرو تو اس طرح کرو جیسے کہ تم خود اسے دیکھ رہے ہو"۔

## انسانیت کے نجات دہندہ

عرب جب دنیا کو فتح کرنے کے لیے نکلے ہیں، بلکہ انسانیت کا نجات دہندہ بن کر نکلے۔ اس مقصد سے نکلے کہ انسانیت کو وحشت و بربریت کے چنگل سے چھڑائیں اور انسانیت کو اس ظلم و جور سے نجات دلائیں جو صدیوں سے جاری تھا۔ وہ جب لوگوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر خدائے واحد کی عبادت و اطاعت کی طرف بلانے کے لیے نکلے، دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت کی طرف لانے کے لیے نکلے، ادیان و مذاہب کے ظلم و جور سے نکال کر اسلامی عدل و انصاف کی طرف بلانے کے مقصد سے نکلے تو یہ بے روح جاہ و جلال ان کو ہیچ نظر آئے، بڑی بڑی حکومتیں ان کو کٹھ پتلی کا کھیل معلوم ہوئیں، ان کے جھنڈوں کو سرنگوں کرنا بچوں کا کھیل معلوم ہوا، آسمان سے باتیں کرنے والی فلک بوس عمارتیں ان کو خس و خاشاک کا ایک تودہ معلوم ہوتیں، بڑے بڑے لشکر ان کو بھیڑ بکری کا گلہ معلوم ہوتے، انہوں نے ان کو غیر عاقل اور بے شعور جانور سمجھا جس میں نہ رحم و کرم کا مادہ ہے، نہ لطف و مہربانی کا جذبہ، وہ انہیں انسانوں کی شکل میں بھیڑیے اور درندے نظر آئے۔

قرآن پاک نے ان ان پڑھ عربوں کو، قافلۂ حیات سے بچھڑے ہوئے عربوں کو، تہذیب و تمدن سے ناآشنا عربوں کو، قوت و طاعت اور حوصلہ سے بھر دیا۔ انہوں نے ان کے سر اور خالی دلوں کو اس نعمت عظمیٰ پر فخر و ناز، خود اعتمادی و خود شناسی اور رفعت و بلند پروازی کے نئے "سیل" اور نئے مسالہ سے بھر دیا۔ اس نے ان اشیاء کے خواص و اثرات کو جاننے کا ملکہ عطا کیا، وہ ان ساری توانائیوں سے مالا مال ہو کر نکلے اور سارے عالم کو زیر کر لیا، اس لئے نہیں کہ وہ اس کے مالک بن جائیں، نہ اس لئے کہ اس پر حکومت و فرمانروائی کریں، جیسا کہ ان قوموں نے کیا تھا، بلکہ وہ اس لئے نکلے تھے کہ گم کردہ راہ اور در در کی ٹھوکریں کھاتی ہوئی انسانیت کو خدائے واحد کے سامنے جھکائیں اور اسے اسلامی عدل و انصاف کے سائے میں لائیں۔

(ماخوذ از نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں، مولف: ابوالحسن علی ندوی)

© rasailojaraid.